تہران سے شائع ہونے والے دینی رسالہ 'التوحید' جلد ۲ شمارہ ۱ بابتہ محرم ۱۴۰۵ھ کا اداریہ بعنوان

"ذاکرین اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر"

ہر سال محرم اور صفر کے مہینے نواسہ رسولؐ اور شیعوں کے تیسرے امام حضرت امام حسینؑ ابن علیؑ کی شہادت کی یاد منانے کے مواقع فراہم کرتے ہیں جنہیں میدان کربلا میں ۱۰ محرم ۶۱ھ کو شہید کیا گیا۔

شیعہ اور سنی ہر دو مسلک والے اِن ایام میں شہدائے کربلا کی بہادری، جاں نثاری، باطل کی مدافعت اور مصیبتوں کو بڑے جوش، ولولے اور سرگرمی کے ساتھ یاد کرتے ہیں۔ یہ کہنا کوئی مبالغہ نہ ہوگا کہ اِس جوش اور ولولہ میں کربلا والوں نے جو جان ڈالی ہے وہ تاریخ مذاہب میں ناقابلِ تسخیر ہے۔ تاریخِ عالم میں کسی بھی شخص یا جماعت نے اپنے ماننے والوں کے دلوں میں ایسی دیرپا محبت وپسندیدگی نہیں کی جیسی شہدائے کربلا نے، بالخصوص امام حسین علیہ السلام نے وہ پسندیدگی اور محبت حاصل کی جو تقریباً ساڑھے تیرہ سو برس (۱۳۵۰) گزرنے کے بعد بھی ذرا بھی مدھم نہیں پڑی۔ مسلمان محرم اور صفر دونوں مہینوں میں تعزیتی جلسے منعقد کرتے ہیں اور ان اجتماعات میں (جنہیں مجالس کہا جاتا ہے) مرثیے پڑھے جاتے ہیں اور خطباء منبروں سے خطبے دیتے اور تقریریں کرتے ہیں جن میں امام حسینؑ، انکے اہل حرم، اصحاب و انصار نے جو مصیبتیں جھیلیں وہ بیان کی جاتی ہیں۔

یہ خطبے اور تقاریر شیعہ فرقے کے بچوں، بڑوں، تعلیم یافتہ اور غیر تعلیم یافتہ لوگوں کے لئے مذہبی معلومات حاصل کرنے کا بے حد اہم ذریعہ ہیں۔ تاہم امتِ مسلمہ 'شیعہ فرقہ بھی جسکا ایک جز ہے' کے معیار میں عام انحطاط اور بگاڑ کی وجہ رفتہ رفتہ مجالس کی عظیم تدریسی صلاحیت گھٹ گئی ہے، یہاں تک کہ نہ صرف امام حسینؑ کی عزاداری کا سبق آموزی جیسا عظیم مقصد بھلا دیا گیا ہے بلکہ مجالس اب فرقہ وارانہ نفرت، دشمنی میں شدت پیدا کرنے اور ایسے غیر صحیح معتقدات کو رواج دینے کا پلیٹ فارم بن گئی ہیں جو روحِ عقائدِ اسلامی کے خلاف ہیں۔ اسلامی تہذیب کے عمومی زوال کے ساتھ ساتھ منبر سے ہونے والی تقریر

اور خطبوں کی تدریسی سطح بھی بہت پست ہوگئی ہے۔ سامعین کے بڑھتے ہوئے جمود اور جہالت نے ہندو پاک کے ذاکرین اور عراق و ایران کے روضہ خوانوں کے علم و فضل اور حیثیت کو بہت کم کر دیا ہے۔

عوام کی افسوسناک جہالت اور کئی ذاکرین کی شرمناک لاپرواہی یا احساسِ ذمہ داری کے فقدان نے ان مجالس کو فرقہ وارانہ خود پسندی اور اوہام پرستی کا ذریعہ بنا دیا ہے۔ امتی ہونے کے ناتے معرفت کے ساتھ رضا کارانہ طور پر اہم ذمہ داریاں سنبھالنے کے عزم اور اہلبیتؑ میں سے واجب الاطاعت امام کے مطیع و فدا کار رہونے کا نام شیعیت ہے، یہ مفہوم رفتہ رفتہ اسلام اور مسلمانوں کی موجودہ حالت میں کسی بھی قسم کی سماجی یا اخلاقی ذمہ داری کے احساس سے عاری اور اہلبیتؑ سے صرف ایک جذباتی لگاؤ میں تبدیل ہوگیا ہے۔

ہم خود ساختہ شیعانِ امام حسین علیہ السلام کو ذرا توقف کر کے امام کے اُس جواب پر غور و فکر کرنا چاہیے جو انہوں نے ایک ایسے شخص کو دیا تھا جسنے امامؑ سے کہا تھا 'اے فرزندِ رسولؐ میں بھی آپکے شیعوں میں سے ایک ہوں' امام حسینؑ ابن علیؑ نے اُس سے کہا 'خدا سے ڈرو اور ایسا کوئی دعوی نہ کرو کہ خدا تم سے کہے تو نے یہ دعوی کر کے گستاخانہ دروغ گوئی کی ہے' حقیقت میں ہمارا شیعہ وہ ہے جسکا دل ہر قسم کے مکر و فریب، نفرت، بغض و عناد اور فساد سے پاک ہو۔ اگر تم ایسے نہیں تو یہ کہو 'میں آپکے چاہنے والوں اور مددگاروں میں سے ایک ہوں'۔

قرآن مجید اپنے پڑھنے والوں کو بار بار دعوت دیتا ہے کہ وہ اسکی آیات پر غور و فکر کر کے انسے ہدایت حاصل کریں جیسے:۔

'کیا یہ لوگ قرآن میں غور و فکر نہیں کرتے' سورہ نساء آیت ۸۲

'تو کیا یہ لوگ قرآن میں ذرا بھی غور نہیں کرتے یا انکے دِلوں پر قفل پڑے ہوئے ہیں' سورہ محمد آیت ۲۴

'یہ ایک مبارک کتاب ہے جسے ہم نے آپکی طرف نازل کیا ہے تاکہ یہ لوگ اسکی آیتوں میں غوروفکر کریں اور صاحبانِ عقل نصیحت حاصل کریں'

مسلمانوتم میں سے اُسکے لئے رسولؐ کی زندگی میں بہترین نمونہ عمل ہے جو شخص بھی اللہ اور آخرت سے امیدیں وابستہ کیئے ہوئے ہے اور اللہ کو بہت زیادہ یاد کرتا ہے' سورہ احزاب آیت ۲۱

ذاکر جان توڑ کوشش کرتا ہے یہ ثابت کرنے کی کہ رسولؐ اور آئمہ معصومین علیہم السلام مافوق البشر ہستیاں ہیں جنسے محبت کرنی چاہئے اور انکی تعریفوں کے پُل باندھنے چاہئے انکی اطاعت اور اتباع کے بغیر۔ وہ انتہائی جانفشانی کے بعد یہ نکتہ نکالتا ہے کہ قرآن کو صرف خدا، رسولؐ اور آئمہ معصومین علیہم السلام ہی سمجھ سکتے ہیں، یہ ایک انتہائی متبرک کتاب ہے جو بے انتہا دقیق اور پیچیدہ ہے اور انسانی سمجھ سے بالاتر ہے، یہ اتنی متبرک ہے کہ اسکو سمجھنے کی کوشش کرنا بھی ایک گستاخی اور جسارت ہے۔

قرآن اور احادیث میں فرائضِ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر بہت زور دیا گیا ہے اور اسکو عام طور پر مسلمانوں کی اور بطور خاص علماء کی بہت اہم ذمہ داری سمجھا گیا ہے۔ بدقسمتی سے آج کا ذاکر اس ذمہ داری کو دوراندیشی کے تحت نظر انداز کر جاتا ہے کیونکہ وہ اپنے سامعین کی دلجمعی اور تسلی و تشفی کو متاثر نہیں کرنا چاہتا اور نہ ہی اپنی شہرت کی پرواہ کیئے بغیر اُنکی ہدایت کرنے کی جراءت کرتا ہے۔ اس چشم پوشی کی حکمت عملی گوکہ آخرت میں سخت خطرات پیدا کرتی ہے مگر یہ صورت دادو تحسین یا مالی منفعت اسکا صلہ فوری مل جاتا ہے۔ واجب الاطاعت آئمہ معصومین علیہم السلام کو بظاہر فضیلت دیتے ہوئے صرف الٰہیات سے متعلق شخصیات تک، یا دنیاوی منفعتوں کے لئے دعاؤں میں گڑگڑانے اور انکا واسطہ دینے تک، یا انکی تعریفوں کے پل باندھنا داد تحسین دینے والا مجمع تو فراہم کرسکتا ہے مگر نہ خدا کے دین کی کوئی خدمت کرتا ہے اور نہ انسانیت کے عظیم رہنماؤں (جو دراصل ائمہ معصومینؑ ہی تھے) کے ساتھ کوئی انصاف کرتا ہے۔

جب ایسے تباہ کن طور طریقوں کو سوچ سمجھ کر عام کیا جائے اور امر بالمعروف، نہی عن المنکر، امام حسینؑ کے بہترین اہداف، یزیدی حکومت کے خلاف قیام کے پیچھے انکے جو مقدس و پاکیزہ مقاصد تھے اُن پر توجہ دیئے بغیر مجالسِ عزاء (جنکا سلسلہ دراصل امام حسینؑ کے پیغام کی اشاعت کے لئے شروع کیا گیا) منعقد کی جائیں تو کوئی تعجب نہیں کہ مسلم معاشرہ میں مقصد حسینؑ کی اہمیت رفتہ رفتہ کم ہو جائے اور احکامِ دین کی کوئی اہمیت باقی نہ رہ جائے۔

امام حسینؑ نے معاویہ کے دور حکومت میں حج کے موقع پر ایک مجمع میں جسمیں اُس دور کی ممتاز شخصیتیں شریک تھیں ایک خطبہ دیا تھا جس سے نہ صرف یہ پتہ چلتا ہے کہ حج کے موقع پر کس قسم کے موضوعات زیر بحث لائے جائیں بلکہ محرم اور صفر کی مجالس میں دیئے جانے والے خطبوں کے لئے یہ ایک بہترین مشعلِ راہ بھی ہے۔ آپؑ نے فرمایا تھا۔

"اے لوگو علمائے یہود کی زجر و توبیخ کے ذریعہ اللہ اپنے دوستوں کو جو تنبیہ کر رہا ہے اس سے سبق لو جب وہ فرماتا ہے 'آخر انہیں اللہ والے اور علماء انکے جھوٹ بولنے اور حرام کھانے سے منع کیوں نہیں کرتے' یہ یقیناً بہت برا کر رہے ہیں، (مائدہ آیت ٦٣) اور جب وہ فرماتا ہے 'بنی اسرائیل میں سے کفر اختیار کرنے والوں پر جناب داؤد اور جناب عیسٰی کی زبان سے لعنت کی جا چکی ہے کہ اُن لوگوں نے نافرمانی کی اور ہمیشہ حد سے تجاوز کیا کرتے تھے۔ انہوں نے جو بھی برائی کی ہے اُس سے باز نہیں آتے تھے اور بدترین کام کیا کرتے تھے، (مائدہ آیت ۷۹،۷۸) خدا نے اُنکی سرزنش کی کیونکہ یہ لوگ (علماء) کھلی برائیوں اور ظالموں کی بدعنوانیوں کو دیکھتے تو رہے مگر انہیں ایسا کرنے سے روکا نہیں انکی (ظالموں) ہمدردیوں سے لگاؤ کے سبب اور انسے پہنچنے والے خطروں کے پیش نظر جبکہ خدا فرماتا ہے 'تم اُن لوگوں سے نہ ڈرو صرف ہم سے ڈرو' (مائدہ آیت ۴۴) وہ مزید فرماتا ہے 'مومن مرد اور مومنہ عورتیں آپس میں ایک دوسرے کے مددگار ہیں کہ یہ سب ایک دوسرے کو نیکیوں کا حکم دیتے ہیں اور

برائیوں سے روکتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں، زکوۃ ادا کرتے ہیں، اللہ اور رسولؐ کی اطاعت کرتے ہیں، یہی وہ لوگ ہیں جن پر عنقریب خدا رحمت نازل کریگا کہ وہ ہر شئے پر غالب اور صاحبِ حکمت ہے، (سورہ توبہ آیت ۷۱)

خدا فرائض امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو دوسرے تمام فرائض سے پہلے یاد دلاتا ہے کیونکہ وہ یہ جانتا ہے کہ معاشرہ میں اگر اِن پر عمل ہونے لگے اور انہیں استحکام حاصل ہو جائے تو دوسرے تمام فرائض کو چاہے آسان ہوں کہ دشوار استحکام حاصل ہو جایئگا۔ اسلئے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اسلام کی طرف بلانے کے ساتھ ساتھ ناانصافی کی روک تھام، ظالموں کی مقاومت، بیت المال اور مال غنیمت کی مناسب تقسیم، خیرات کی جمع آوری اور اسکی صحیح تقسیم کو بھی ظاہر کرتے ہیں۔ اے وہ لوگو جو اپنے علم وفضل کے سبب پہچانے جاتے ہو، نیک نام ہو، خیر خواہی کے حوالے سے لوگوں میں معروف ہو، اللہ نے تمھیں لوگوں کے درمیان عزت دی ہے، مشاہیر تمہارا احترام کرتے ہیں اور کمزور تمہاری عزت کرتے ہیں۔ تمھیں اُسنے ترجیح دی ہے جس پر تمہارا کوئی حق نہیں اور نہ ہی کوئی قوت وغلبہ حاصل ہے۔ محروم کردیئے جانیوالے اپنی حاجت میں تمہاری سفارش چاہتے ہیں اور تم راستوں پر بادشاہوں اور شہزادوں جیسے رعب وجلال سے چلتے پھرتے ہو۔ کیا یہ سب عزت ووقار اسلئے نہیں ہے کہ لوگوں نے احکام خدا کے نفاذ کے لئے تم سے امیدیں وابستہ کر رکھی ہیں۔ اگر تم اُنمیں سے اکثر فرائض کو پورا کرنے سے قاصر رہے تو تم نے رہنماؤں کے فرائض کی تحقیر کی، کمزوروں کے حقوق ضائع کئے جبکہ تم نے اپنے حقوق حاصل کر لئے۔ جسنے تمھیں پیدا کیا اُسکے لئے نہ تو تمھیں اپنا مال خرچ کرنا پڑا اور نہ ہی اسکے لئے تم نے اپنی جان کو جوکھم میں ڈالا، پھر بھی تم یہ چاہتے ہو کہ خدا تمھیں جنت میں اسکے پیغمبروں کا ہمسایہ عطا کرے اور تم اسکے عذاب سے محفوظ رہنے کی امید رکھتے ہو۔

واقعی مجھے ڈر ہے کہ اللہ سے ایسی امیدیں رکھتے ہوئے بھی تمھیں اسکے انتقام کا مزہ چکھنا ہوگا

کیونکہ خدا نے تمہیں عزت بخشی ہے درآں حالیکہ خدا کے کئی ایک بندے ہیں جنہیں خدا نے وہ درجات نہیں دیئے جو اُنکے درمیان تمہیں دیئے ہیں۔ تمہارے سامنے خدا سے کیئے گئے عہد و پیمان توڑے گئے مگر تم اس سے ناخوش نہیں ہوئے جبکہ تمہارے آباؤاجداد کے عہد و پیمان کو خطرہ لاحق ہو تو تم چوکنے ہو جاتے ہو گویا اللہ کے رسولؐ کے عہد و پیمان کوئی غیر اہم اور بہت ہی معمولی چیز تھے۔ شہروں میں اندھے، گونگے اور معذور غیر محفوظ ہیں اور اُن پر کوئی ترس نہیں کھاتا مگر تم نہ ہی اپنے اعلیٰ مراتب کے تقاضے پورے کرتے ہو، نہ اسکی پرواہ کرتے ہو اور نہ تمہیں اُن لوگوں کا کوئی پاس و لحاظ ہے جو اُنکی طرف توجہ کرتے ہیں۔ تم نے ظالموں کے ساتھ نرمی اور حُسنِ سلوک، انکی ناانصافیوں سے چشم پوشی کے ذریعہ اپنی زندگی کو محفوظ اور مستحکم بنالیا ہے جبکہ اللہ نے تمہیں اُنکی مخالفت اور روک تھام کا حکم دیا تھا۔ اگر تم سمجھو تو حقیقت میں تم پر جو آفت پڑی ہے وہ بہت بڑی ہے اُس تکلیف سے جو ان لوگوں (معذوروں) کو پہنچتی ہے کیونکہ تم اہلِ علم و فضل کی ذمہ داریوں کی حفاظت میں ناکام رہے۔ نفاذ قانون اور تنظیم امور علمِ دین رکھنے والوں کی ذمہ داری ہے جو (احکام) حلال و حرام خدا کے نگران ہیں مگر یہ تم سے چھین لیا گیا۔ یہ مقام تم سے نہیں چھینا گیا مگر صرف اور صرف تمہارے عدل و انصاف کے راستے سے ہٹ جانے کے سبب، اور سنت سے اختلاف کرنے کی وجہ سے جبکہ تم پر واضح اور آشکار کی جا چکی تھی۔ اگر تم راہِ خدا میں شدائد و مصائب برداشت کرنے کا حوصلہ رکھتے تو اُسکے امور کی باگ ڈور پھر سے تمہارے ہاتھوں میں آ جاتی اور تمہارا کھویا ہوا اقتدار تمہیں واپس مل جاتا۔ مگر تم نے ظالموں کو اپنی جگہ پر قبضہ کرنے دیا اور خدائی امور انکے حوالے کر دیئے تاکہ وہ ان امور میں اشتباہ پیدا کریں اور کھل کر اپنی خواہش نفس کی پیروی کر سکیں۔ تمہارے موت سے بھاگنے (جو یقینی ہے) اور زندگی سے محبت کرنے کی وجہ (جو بہر صورت تم سے جدا ہونے والی ہے) انہیں یہ اختیار مل گیا۔ اسطرح تم نے ناتوانوں کو غلام بنانے اور انسے حسب و نخواہ فائدہ اٹھانے کے لئے انہی کے حوالے کر دیا۔ امورِ مملکت کو اپنے حسبِ منشاء چلانے، آزادانہ خواہشوں

کے ذریعہ کھلی بے عزتی کو زندگی کا شعار بنانے، بے راہ روی کو رواج دینے اور خدائے قوی و برتر کی نافرمانی کرنے کے مواقع فراہم کیئے۔ انہوں نے ہر شہر کے ہر منبر کے لئے ایک ایک اونچی آواز والا خطیب مقرر کر رکھا ہے، ملک ایک غیر محفوظ کھلا میدان بنا ہوا ہے جو پوری طرح اسی کے رحم و کرم کا محتاج ہے، انہیں کھلی چھوٹ ملی ہوئی ہے کہ جو چاہیں کریں، بے یار و مددگار عوام انہی کے رحم و کرم پر ہیں، انہی میں بے رحم اور جابر فرمانروا ہیں جو کمزوروں پر تشدد کرتے ہیں، ایسے صاحبِ اقتدار ہیں جو نہ تو خلقت کے بارے میں کچھ جانتے ہیں اور نہ ہی انہیں حشر و نشر کا کچھ علم ہے۔ یہ بڑے تعجب کی بات ہے اور مجھے اسپر تعجب کیوں نہ ہو جبکہ مملکت کی باگ دوڑ ایک بے ایمان کافر اور ظالم حکمران کے ہاتھوں میں ہے اور صاحبانِ ایمان کا حاکم ایک ایسا شخص ہے جسکے دل میں انکے لئے کوئی رحم نہیں۔ بے شک ہمارے اختلافات اور حجت میں اللہ ہی فیصلہ کرنے والا ہے۔ اے اللہ تو جانتا ہے کہ میں نے جو کچھ بھی کہا ہے وہ نہ ہی اقتدار کی چاہ میں اور نہ ہی دنیا کی بیکار اور جھوٹی شان کے لئے۔ مگر اسلئے کہ ہم یہ چاہتے ہیں کہ تیرے دین کے حدود قائم کیئے جائیں، تیری زمین میں اصلاح کریں، تیرے مجبور بندوں کی حفاظت کریں، تیرے احکام پر عمل کریں اور تیری طرف سے عائد کردہ فرائض کو پورا کریں۔ اور تم (اے امت کے منتخب کردہ لوگو) ہماری مدد کرو اور ہمارے بارے میں ویسا ہی انصاف کرو جیسا کہ کرنا چاہئے۔ ظالم حکمران قوم پر مسلط ہو گیا ہے اور تمہارے رسولؐ کے نور کو بجھا دینا چاہتا ہے۔ اللہ ہمارے لئے کافی ہے ہم اُسی پر بھروسہ کرتے ہیں، اسی کی طرف ہم لوٹ کر جائیں گے اور ہر شئے کی بازگشت اُسی کی طرف ہے"

دُنیائے اسلام کی موجودہ صورت حال اس سے بہتر نہیں ہے جو امام حسینؑ کی حیاتِ طیبہ کی آخری دہائیوں میں تھی۔ تہذیب اسلامی کے رہنما مینار دورِ جدید کے سیلابِ کفر و الحاد میں بہہ گئے ہیں۔ مسلمانوں کی اکثریت پر راست یا بالواسطہ طور پر غیر مسلموں کا تسلط ہے۔

امام علیؑ نے اپنی پیشنگوئی میں جن دردناک علامتوں کا ذکر کیا تھاوہ ظاہر ہو چکی ہیں۔ انہوں نے فرمایا تھا:۔

ایک وقت ایسا بھی آئے گا کہ اُسکی تحریر کے سوا قرآن کی کوئی چیز باقی نہ رہیگی اور نام کے علاوہ اسلام کی بھی کوئی چیز۔ مسجدیں اپنے طرزِتعمیر کے اعتبار سے چپچپتگی مگر ہدایت کے اعتبار سے اجڑی رہیں گی۔ ان میں رہنے بسنے اور آمدورفت رکھنے والے روئے زمین پر بسنے والوں میں کے بدترین لوگ ہوں گے۔ انکے ہاتھوں مصیبتیں کھڑی ہونگی اور انہی کی طرف ہر برائی رجوع کرے گی۔ اگر کوئی خود کو برائی سے الگ تھلگ رکھے تو یہ لوگ اُسے انہی میں پھینک دیں گے اور اگر کوئی ان برائیوں سے ہچکچائے یا تامل کرے تو اُسے یہ لوگ انہی میں دھکیل دیں گے"

ان حالات میں امام حسینؑ ابن علیؑ کے عظیم جہاد سے متعلق کوئی عالمانہ خطبہ کیا امت مسلمہ کی افسوسناک حالت کے بیان سے خالی رہ سکتا ہے۔ امام حسینؑ نے جس ہدف اور نصب العین کے لئے یزید کے طرزِحکومت کے خلاف قیام کیا اور اپنا سب کچھ قربان کردیا اُسکے بارے میں چُپ سادھ لینا اور خاموشی اختیار کرنا کیا انتہائے بے حسی اور نفاق نہیں ہے؟۔ کیا یہ حد درجہ ناانصافی نہیں ہے کہ مسلمان بچوں اور بڑوں کو اُن مجالس کی عظیم تر قوت وطاقت سے محروم رکھا جائے جو امام حسینؑ کی یاد میں منعقد کی جاتی ہیں؟

کیا یہ درست ہے کہ ہمارے بچوں اور بڑوں کو احکامِ شرعی اور اخلاق اہلبیت اطہار سکھانے کے لئے مسلم اکثریت کی اہلبیت سے شدید محبت محرم اور صفر کے دوران انکی گہری دلچسپی اور سرگرمی کو استعمال نہ کیا جائے؟ جبکہ یہ زمانہ ایسا ہوتا ہے کہ کربلا کے اس عظیم الشان المیہ کی یاد کے سبب شہدائے کربلا سے سبق لینے کے لئے دل نرم پڑجاتے ہیں جنہوں نے امام حسینؑ کے قدموں میں اپنی جانیں نثار کردیں۔

صدیوں سے شیعوں نے امام علیؑ اور انکے فرزندوں کو اپنے ہادی اور رہبر کے طور پر پسند کیا، سراہا

اورانکے مصائب پر روتے رہے۔ کیا یہ وقت وہ نہیں ہے کہ ہم زندگی کے ہر شعبہ میں فی الحقیقت انہی کی پیروی کریں؟ بہر حال وہ ہمارے ائمہ ہیں، ہمارے رہبر اور معلم ہیں جنہوں نے اللہ کے سیدھے راستے کی طرف ہماری ہدایت اور رہنمائی کرنے کے لئے اتنی سختیاں اور مصائب جھیلے۔

اگر ہم اپنی طہارت روحانی اور فہم وفراست کی ہدایت کے لئے کی جانیوالی ان محنتوں سے فائدہ نہ اٹھانے پر اڑے رہیں تو کیا ہمیں اپنے خلوص کا جائزہ نہیں لینا چاہئے؟

ایک مجلس تعلیم دے، آگاہ کرے، روح پھونکے اور روشن خیالی عطا کرے۔ امام حسینؑ کی طرح اسلام اور قرآنی احکام کو زندہ کرنا ہی منبرِ اہلبیت پر بیٹھنے والے ذاکر کا ہدف ہونا چاہئے۔ سامعین کو اصول، احکام شرع اور اخلاق ائمہ معصومین علیہم السلام سکھائے جانے چاہئے۔ اگر مجلسِ حسینؑ ہی ہمارے بچوں اور بڑوں کو اسلام کی گہرائی تک پہنچنے میں مدد نہ دے تو پھر کون ہے جو انہیں منحرف فلسفیانہ مسلک کے شکنجے میں پھنسنے سے بچا سکے؟ یا پھر مغربی تہذیب کے کفر والحاد کی موجوں میں بہنے سے بچا سکے؟

کیا کہ زیادہ مفید نہ ہوگا کہ اہلبیت علیہم السلام کے اوصاف کو ایک مثالی انسان اور انسانیت کے مثالی معلم کی حیثیت سے بیان کیا جائے بہ نسبت اسکے کہ اُن دیو مالائی ہستیوں کی طرح اِنکا ذکر کیا جائے جنکا صرف احترام کرنا چاہئے اطاعت نہیں، مدح وثناء کرنی چاہئے اتباع وپیروی نہیں، دنیاوی معاملات اور ضرورتوں میں وسیلہ بنایا جائے اور مسلمان ہونے کے ناطے اپنے فرائض، واجبات اور ذمہ داریوں سے متعلق اہم امور میں انہیں نظر انداز کر دیا جائے۔ جب ہماری مجالس حدیثوں کی تحریر میں دفن تعلیمات اہلبیتؑ اطہار کی نشر واشاعت کی جگہ بن جائیں، تفرقہ اور پھوٹ کے آلہء کار بننے کی بجائے اتحادِ امت مسلمہ کا پلیٹ فارم بن جائیں، ہمارے منبر فرائض امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ادا کرنے کی جگہ بن جائیں، جب قرآن کو دوبارہ اپنی زندگی کی کتاب اور مجالس کا نقطہء نگاہ بنالیا جائے صرف اُس

وقت یہ کہا جا سکتا ہے کہ ہماری مجالس اور ہمارے منبر امام حسینؑ کے ساتھ انصاف کر رہے ہیں اور در اصل جنکی روح اخلاق اور فہم وفراست کو غذا پہچانے کے لئے یہ مجالس رائج کی گئیں انکے ساتھ بھی۔۔۔۔